

معاشی ترقی میں عورت کا موجودہ کردار

ارشاد احمد بیگ

سب سے پہلے اسلامی نقطہ نظر سے معیشت و معاشیات کے تصورات کو سمجھنا چاہیے۔ قرآن مجید ہمیں رہنمائی فراہم کرتا ہے: **وَلِللّٰهِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ** (المنافقون ۷: ۶۳) زمین اور آسمان کے سارے کے سارے خزانے اللہ ہی کے ہیں۔ **وَلِللّٰهِ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ** (ال عمران ۱۸۰: ۳) زمین اور آسمانوں کی ملکیت، بادشاہت، حکمرانی، تسلط، تصرف اور فرماں روائی سب اللہ ہی کے لیے ہے۔ **وَاَنْتُمْ حَرَمٌ مَّا لَ اللّٰهِ** (النور ۳۳: ۲۴) مال سب کا سب اللہ کا ہے۔ حدیث کی معروف کتاب موطا امام مالک میں حضرت عمر کا ایک قول نقل کیا گیا ہے۔ **المال مال اللہ یعنی مال تو اللہ کا ہے۔** **وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَيَّ السَّلْطٰنُ** (ہود ۶: ۱۱) رزق کا ذمہ بھی اللہ نے اپنے اوپر لیا ہے۔ زمین پر ایسا کوئی جان دار نہیں ہے جس کا رزق اللہ کے ذمہ نہ ہو۔ **وَكُلُّ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِينٍ** (البقرہ ۲: ۳۶) ایک اہم بات یہ ہے کہ یہ دنیا ایک خاص مدت کے لیے انسان کا گھر اور ٹھکانہ ہے۔

قیامت تک انسان کو یہاں پر رہنا ہے چنانچہ اسباب معیشت بھی مطلوب ہیں: **وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعٰلِشًا وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ** (الحجر ۲۰: ۱۵) ”اور اس میں معیشت کے اسباب فراہم کیے، تمہارے لیے بھی اور ان بہت سی مخلوقات کے لیے بھی جن کے رازق تم نہیں ہو۔“ **وَ فِي السَّمٰوٰتِ رِزْقٌ لَّكُمْ** (الذاریات ۲۲: ۵۱) ”یہ جو رزق ہے یہ زمین کے اندر بھی ہے، سمندر کے اندر بھی اور آسمان کے اندر بھی رزق کی فراوانی رکھ دی گئی۔“ یہ تصور غلط ہے کہ رزق ختم ہو رہا ہے۔ **وَسَخَّرْنَا لَكُمْ فَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ** (الجماعہ ۱۳: ۴۵) جو رزق زمین اور آسمان میں موجود ہے کیا انسان اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اس حوالے سے بھی رہنمائی کر دی گئی کہ زمین اور آسمان بھی، لیل و نہار اور بروج بھی انسان کے لیے مسخر کر دیے گئے۔ الغرض جس کا رزق ہے اور جس نے اس رزق کو اپنے ذمہ لیا ہے اس نے اس کے حصول، بڑھوتری اور فراوانی کو کچھ قاعدوں اور ضابطوں سے جوڑ دیا ہے۔ رزق محدود نہیں ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ معاشی ترقی میں عورت کا موجودہ کردار اخلاقی ضابطوں سے بغاوت ہے اور اس سے کبھی بھی معاشی ترقی ممکن نہیں ہے۔

موجودہ معاشیات دراصل مغربی معاشیات ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ جدید معاشیات کا آغاز اٹھارویں صدی سے ہوا اور منظر عام پر آئی اور اس **The Wealth of Nation** اس کا بانی ایڈم اسمتھ ہے۔ ۱۷۷۶ء میں ایڈم اسمتھ کی معروف کتاب

دولت کا علم ہے، ایڈم اسمتھ ● : نے بلاشبہ دنیا پر اپنے گہرے اثرات چھوڑے۔ چنانچہ آج مغربی معاشیات کے تحت معاشیات خواہشات کی کثرت کو کہتے ہیں، پروفیسر رابنس۔ ● مادی خوشحالی کا نام، الفریڈ مارشل ●

گویا کہ مغربی معاشیات میں، معیشت کا تصور مادیت سے جڑا ہوا ہے۔ یہاں معاشی ترقی سے مراد دنیاوی اور مادی حوالوں سے انسانی کامیابی کا حصول ہے۔ آج کی معاشی ترقی کا تصور سیکولر تصور جہاں میں جکڑا ہوا ہے۔ سیکولر ازم خود ہر قسم کے اخلاقی ضابطوں سے آزاد ایک طرز فکر کا نام ہے۔ جدید روشن خیالی کی اصطلاح دل پذیر بھی اسی کا ایک پہلو ہے۔ جس میں نفس کی خواہشات کا حصول ہے، خواہ وہ فی نفسہ اخلاقی ضابطوں سے باہر ہو اور چاہے اخلاقی ضابطوں کو توڑ کر اس کا حصول ممکن بنایا گیا ہو۔

اس طرز فکر میں معاشی ترقی کو جانچنے کا ایک معیار جی ڈی پی (مجموعی قومی پیداوار) ہے۔ ایک خاص حسابی فارمولوں کی نکل آتا ہے۔ یہ ایک الگ اصطلاح ہو گئی۔ اسی طرح توام متحدہ نے (per capita) مدد سے اسے وضع کرتے ہیں تو فی کس آمدنی انسانی ترقی کا اشاریہ مرتب کیا ہے۔ اسے 'انسانی ترقی کا پیمانہ' کہتے ہیں۔

اس لفظ 'ترقی' کے مقابلے میں اسلام 'فلاح' کا لفظ استعمال کرتا ہے، جس میں مادی آسائش اور روحانی آسودگی دونوں شامل ہیں۔ اسلام مادی آسائش کی نفی نہیں کرتا۔ وہ دنیاوی ترقی کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتا، بلکہ ایک متوازن طرز حیات اور اجتماعی نظام عدل کی تشکیل میں اسے ضروری سمجھتا ہے۔ اس کے لیے ایک اخلاقی ضابطہ مقرر کرتا ہے، یعنی انسانی فلاح، مقاصد شریعت میں سے ہے۔ گویا الہامی تعلیمات کے مطابق اخلاقی ضابطے متعین کیے جائیں اور ان اخلاقی ضابطوں کے تحت معاشی سرگرمیاں سرانجام دی جائیں، تو مادی آسائش اور روحانی آسودگی دونوں کا حصول ممکن ہے۔ یہی اصل اور مطلوب ترقی ہے۔

یہاں پر قرآن مجید کا ایک اہم کلیہ اور قاعدہ پیش خدمت ہے: **وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا** (طہ: ۲۴: ۲۰)، یعنی جو کوئی ہمارے ذکر سے منہ موڑے گا، بغاوت کرے گا، ضابطوں کو توڑے گا اس کی معیشت تنگ کر دی جائے گی۔ ترقی، آسودگی، رزق کی کمی ہو جائے گی۔ یہ ایک اخلاقی ضابطہ ہے۔ اس ضابطے سے روگردانی کر کے عورت کے موجودہ کردار کو متعین کیا گیا ہے۔ اس کردار کے ساتھ کیا یورپ میں آسودگی آئی ہے۔ اس کا جواب تلاش کرنا مشکل نہیں ہے۔ معاشرے میں اخلاقی بحران

کیوں آرہا ہے؟ قدریں کیوں پامال اور بے حیائی کیوں عام ہو رہی ہے۔ اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ عورت کے اس کردار کو جو وہ معاشی جدوجہد کے عنوان سے کر رہی ہے اور اگر اس سے اخلاقی ضابطے ٹوٹ رہے ہیں تو کبھی بھی معاشی ترقی ممکن نہیں ہے۔

عورت کے نئے کردار کے تعین میں تھامس مالتھس کے نظریات کا بھی عمل دخل ہے۔ مالتھس نے تحدید آبادی کا نظریہ پیش کیا۔ اس نے عقلی دلائل کی بنیاد پر، شماریات اور ریاضی کے فارمولوں کے تحت آبادی کے بڑھنے کو انسانیت کے لیے زبردست خطرہ قرار دیا۔ اس نے دنیا کے سامنے ایک سوالیہ نشان بنا ڈالا کہ آبادی بڑھ رہی ہے اور قدرتی وسائل کم ہو رہے ہیں۔ ہم غور کریں تو یہ اللہ کی رزاقیت سے انکار کا نظریہ تھا۔ زمین اور آسمانوں کے خزانوں کا مالک، کنجیوں کا مالک، میراث کا مالک تو اللہ ہے۔ اس نے رزق کا معاملہ اپنے ذمہ لیا ہے۔ اسباب معیشت لامحدود ہیں لیکن تھامس مالتھس کا نظریہ اس کے برعکس تھا، جس نے ایک زبردست اخلاقی بحران کو جنم دیا۔ آبادی کو کم کرنے کے لیے جو طریقہ کار اختیار کیے گئے اس سے اخلاقی ضابطے ٹوٹے اور معاشرے میں انتشار پیدا ہوا۔ معروف مصنفہ الزبتھ لیاگن نے اپنی تحقیق میں ثابت کیا ہے کہ گذشتہ دو صدیوں میں یورپ اور امریکا کی ترقی، اس کی بڑھتی ہوئی آبادی کی مرہون منت ہے۔ اُس وقت شرح پیدائش آج کے مقابلے میں زیادہ تھی۔ یہی تجزیہ فرانس اور جاپان جوں (Youth Deficit) کے مطالعاتِ آبادی کے اداروں نے بھی پیش کیا۔ یہاں تک کہ سی آئی اے نے اپنی رپورٹوں میں عمروں کی کمی کی اصطلاح استعمال کی۔ ان رپورٹوں کے مطابق ۱۵ سے ۲۴ سال کی عمر کے افراد کسی بھی معاشرے کی ترقی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، جب کہ امریکا اور یورپ میں اس عمر کے نوجوانوں کی تعداد میں مسلسل کمی ہو رہی ہے۔ یہ سمجھا گیا کہ معاشی ترقی کے لیے آبادی کم کیجیے۔ اس سوچ نے عورت کے کردار کی تعریف نوکی۔ اب عورت کے اس کردارِ حیات کا بچوں کی پیدائش سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ عورت کو معاشی ترقی کی دوڑ میں شامل کر دیا گیا۔

عورت کا کردار: دو باتیں سمجھ لیجیے۔ ایک تو یہ کہ معاشی ترقی میں عورت کا کردار انتہائی اہم، ناگزیر اور فعال ہے۔ ﴿﴾ دوسرا یہ کہ یہ کردار پس پردہ ہے۔ معاشی ترقی میں عورت کی شرکت اور اس سے بڑھ کر اس کے حصے کا مطلب یہ لیا گیا کہ عورت گھر سے باہر نکلے اور ملازمت کرے۔ گویا عورت کی ملازمت معاشی ترقی کے لیے ناگزیر سمجھی گئی۔ خود امریکا میں مردوں کی ملازمت کی شرح ۷۵ فی صد سے گھٹ کر ۶۰/۵۵ فی صد ہو رہی ہے اور عورتوں کی شرح ملازمت بڑھ کر ۵۰ فی صد سے زیادہ ہو رہی ہے۔ گویا جس مالی ذمہ داری سے اسلام نے عورت کو بری الذمہ رکھا تھا، مغرب نے اس بوجھ کو عورت پر لا دیا۔ ایک اور اہم بات یہ ہے کہ

وہاں بھی میاں بیوی یا جو بھی پارٹنرز ہیں، آٹھ دس گھنٹوں کی ملازمت کے بعد جب گھر پہنچتے ہیں تو گھریلو امور کی جتنی کچھ بھی انجام دینی کرنی ہو، وہ اسی عورت سے توقع کی جاتی ہے، جو خود بھی کئی گھنٹوں کی تھکاوٹ والی ملازمت کر کے گھر لوٹتی ہے۔

دیکھیے مرد گھر سے نکلے اور ملازمت اختیار کرے تو کچھ نہ کچھ مسائل حل ہوتے ہیں، لیکن جب عورت گھر سے نکلتی ہے کا عنوان دیتا ہے۔ اس Stay at home Ladies تو اصل میں ہمہ جہت مسائل کا آغاز ہوتا ہے۔ مغرب، خاتون خانہ کو طرح وہ برسرِ روزگار عورت کی تعریف پر پوری نہیں اترتی خواہ وہ گھر میں کتنا ہی کام کرتی ہو اور گھر والوں کی خدمت میں چاہے کتنا ہی مصروف رہتی ہو، لیکن اس کا معاشی ترقی میں کوئی کردار تصور نہیں کیا جاتا۔ بظاہر اقتصادی ترقی اور معاشی سرگرمیوں میں اس کا براہ راست کردار نہیں ہے۔ لیکن اگر ایک عورت اپنے شوہر، بھائی، بیٹوں اور والد کو اس طرح سہولت و آرام فراہم کرے کہ گھر کے یہ مرد ملکی معاشی ترقی میں احسن انداز میں کام کرتے ہیں تو کیا یہ کردار معاشی ترقی میں شمار نہیں ہونا چاہیے۔ اگر ایک خاتون سلائی جانتی اور پکوان سے واقف ہے، بجٹ کے حساب سے گھر کو چلانے کی استعداد رکھتی ہے، اس طرح وہ گھر میں آسودگی اور معاشی ترقی کا باعث بنتی ہے۔ گھر معاشرے کا ایک بنیادی یونٹ ہے اس لیے اگر گھر میں ترقی ہو رہی ہے تو کیا معاشرہ ترقی نہیں کرے گا۔ یہ تصویر کا ایک ایسا رخ ہے جس پر ہمیں سوچنا چاہیے۔

اب تین اہم اصطلاحات پر غور کیجیے جنہوں نے خواتین کے نئے کردار کو متعین کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ حیرت اور افسوس کی بات یہ ہے کہ اسلامی فکر و نظر رکھنے والے بعض افراد انھی اصطلاحات کو استعمال کرتے ہیں۔ اصطلاحات کی بھی اپنی نفسیات ہیں۔ ان کا ایک خاص پس منظر ہوتا ہے۔ ان کے معانی و مفہوم علیحدہ سے متعین کرنا بعض اوقات مشکل ہی نہیں، ناممکن بھی

آزادی (Gender Equality) مساواتِ مرد و زن (Women Rights) حقوق نسواں ●: ہوتا ہے
ان اصطلاحات سے آگاہی، ترغیب، تعلیم اور اس کے اطلاق میں اقوام متحدہ کا بہت بڑا کردار ہے۔ سارے ملکوں (Liberty) نافذ ہو جائے اور ایسی سماجی تشکیل کی جائے اور ان (Uni Religion) میں اور سارے ہی معاشروں میں ایک ہی دین اصطلاحات کا مفہوم ویسے ہی طے کیا جائے جیسا کہ اقوام متحدہ نے بیان کیا ہے۔

حقوق نسواں، ملازمت کا حق اور مواقع (سیڈا کنونشن ۱۹۷۹ء): زندگی کے تمام •: چند مثالیں پیش خدمت ہیں

حقوق نسواں • میدانوں میں خواتین کے مردوں کے ساتھ یکساں حقوق کی ضمانت، جن میں تعلیم اور روزگار شامل ہیں۔

جنسی معاملات (قاہرہ کانفرنس ۱۹۹۴ء): ہر دو اصناف کے صنفی تعلقات، جن • (ویانا کانفرنس ۱۹۹۳ء): خواتین کے انسانی حقوق۔

میں عورتوں اور مردوں کو اپنی جنسی زندگی کی تنظیم کا آزادانہ حق حاصل ہو، اور اس ضمن میں عورت کو طرز زندگی کی تبدیلی میں

معاشی آزادی، خود مختاری، معاشی ترقی (بیجنگ اعلامیہ): عورتوں کی معاشی خود اختیاری اور معاشی • کلیدی کردار حاصل ہو۔

آزادی کو محفوظ بنانے کے لیے، عورتوں کے لیے ملازمت کے تمام مواقع فراہم کرنا۔

اس امکان کو رد نہیں کیا جاسکتا کہ ان تجاویز اور سفارشات اور اصطلاحات کے پیچھے بہت سے افراد اور تنظیمیں مخلص بھی

ہوں اور خیر خواہی کے جذبے کے ساتھ خواتین کی بہبود کے لیے کام کر رہی ہوں۔ لیکن اس ضمن میں ہم یہ سمجھتے ہیں کہ خواتین کی

فلاح کے لیے جس راستے کا انتخاب انہوں نے کیا ہے وہ بجائے خود بگاڑ کا راستہ ہے، اور اب تک کے حقائق اس کی تائید کر رہے ہیں۔

اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ الہامی تعلیمات کے بغیر ان کی کوئی تشریح ممکن نہیں ہے اور نہ کوئی ماڈل قابل عمل ہو سکتا ہے۔ یہ بات

بھی ظاہر ہے کہ دنیا کا کوئی قانون، آئین، ملک، نظریہ مرد اور عورت (میاں بیوی) کے درمیان انصاف اور عدل پر مبنی تعلقات، حقوق

و فرائض اور توازن کو بیان نہیں کر سکتا۔

کی چند (Gender Equality) مذکورہ بالا تین اصطلاحات میں سے یہاں پر صرف مرد اور عورت کی برابری

مثالیں پیش خدمت ہیں۔ تصور کیا گیا کہ عورت بھی مردوں کے شانہ بشانہ کام کرے، وہی کام کرے اور ویسا ہی کام کریں جیسا کہ مرد

ٹریفک وارڈن بن جائیں اور ٹریفک کے روانی کو کنٹرول کریں (پچھلے دنوں •: کرتے ہیں۔ مرد و زن کی برابری کا مطلب یہ لیا گیا کہ وہ

اسلام آباد میں دیکھا کہ ۴۳، ۴۴ ڈگری گرمی کی شدت میں خواتین ٹریفک وارڈن کی حیثیت سے ڈیوٹی انجام دیتی رہی ہیں۔ سخت

پیٹرول پمپ پر • جہاز اڑائیں • (دھوپ میں وہ بیچاری خود ہی ہلکان ہو رہی تھیں۔ کجاہ کہ ٹریفک کی روانی کو قابو میں کرتیں

مزار قائد پر کیڈٹ 1 مساج ہاؤس یا مراکزِ مالش میں خدمات فراہم کریں • فاسٹ فوڈ ریستورانٹ میں ملازمت کریں • فیول بھریں

کے فرائض انجام دیں اور گھنٹوں ساکت و جامد کھڑی رہیں۔

سوال یہ ہے کہ عورت کے اس کردار سے کون سی معاشی ترقی ہو رہی ہے؟ حقیقی زندگی کی ایک اور عملی مثال پیش خدمت ہے۔ تپتی ہوئی دھوپ میں ۱۲۵ افراد بجلی کابل جمع کرانے قطار میں کھڑے ہیں۔ ہانپتی کانپتی ایک خاتون آتی ہیں۔ مردوزن کی برابری کے قانون کا تقاضا تو یہ ہے کہ وہ ۲۶ویں نمبر پر چپ چاپ قطار میں لگ جائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس برابری کے نام پر عورت کے ساتھ ظلم کیا جا رہا ہے۔ جو کام اس کے بس میں نہیں، جس کی وہ مکلف نہیں ہے، جس کے لیے اس کی حیاتیاتی اور جسمانی ساخت ہی موزوں نہیں ہے، ایسے کاموں کو اس کے ذمے لگا دینا سراسر ظلم ہے۔ شیطان نے ایسا غافل کر دیا کہ یہ اپنے استحصال سے خود بھی واقف نہیں ہے۔

استحصال کی ایک اور چھوٹی سی مثال ملاحظہ فرمائیے۔ پوری دنیا میں مردوں کے لیے جو تون کے نت نئے ڈیزائن ان کے آرام اور سہولت کو دیکھتے ہوئے تیار کیے جا رہے ہیں۔ ڈرائیونگ کے لیے علیحدہ جوتا، ساحل سمندر پہ چہل قدمی کے لیے الگ سلیپر، دفاتر میں پہننے کے لیے علیحدہ ڈیزائن، اگر بلڈ پریشر ہے تو علیحدہ جوتا وغیرہ وغیرہ۔ اس کام کے لیے باقاعدہ آرٹھوپیدک ماہرین کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں۔ پیروں کی ساخت اور ہڈیوں کی بناوٹ کے لحاظ سے جو تون کے ڈیزائن تیار کیے جاتے ہیں، تاکہ زیادہ سے زیادہ آرام اور سہولت مہیا کی جاسکے۔ کن کو؟ صرف مردوں کو۔ اسی حوالے سے عورتوں کے آرام و سہولت کا کیا معاملہ ہے؟ یہ عورتوں کے سینڈل کون اور کس مقصد کے لیے ڈیزائن کیے جاتے ہیں؟

اگر ترقی کی اس دوڑ میں عورت اپنا کردار پس پردہ طے کر لے تو کیا شرح ملازمت میں کمی آجائے گی؟ نہیں، تاہم یہ ضرور ہے کہ فیشن کی چکاچوند، دنیا میں ماند پڑ جائے گی۔ بیوٹی فی کیشن کی رنگین دنیا پھیکھی ہو جائے گی۔ ۱۰ ارب ڈالر کی یہ آرایشِ حُسن کی صنعت جس کا غالب حصہ شیطان اور اس کے ایجنٹوں کی جیب میں چلا جاتا ہے، سرد ہو جائے گی۔ اگر معاشی ترقی میں عورت اپنا کردار ادا کرنے کے لیے مردوں کے شانہ بشانہ کام انجام دینے کا بیڑا اٹھائے تو یہ شیطان کے ایجنڈے پر عمل پیرا ہونے کے مترادف ہوگا۔ اس میں ایک اہم بات نوٹ کر لیجیے کہ خاتون کی گھر واپسی بہت مشکل ہوگی۔ اس معاشی دوڑ میں عورت آگے جاتے جاتے اپنے غلط کاموں کو منوانے کی کوشش کر رہی ہے۔ جائز کے بعد اسفل سے اسفل کردار لیکن خوش نما انداز میں اور دل فریب اصطلاحات کے اور فاحشہ کی اصطلاح عام تھی، ایک بُری اور گندی (prostitutes) پردوں میں اپنی جگہ بناتی چلی جاتی ہے۔ پہلے جسم فروش اصطلاح، جس میں فرد کا کردار بھی معیوب سمجھا جاتا تھا۔ پھر اقوام متحدہ نے اپنی چھتری تلے اس اصطلاح کو اعزاز بخشا اور اسے 'سیکس

ور کر، یا جنسی کارکن کا نیا عنوان دیا۔ اب جس طرح ایک خاتون محنت مزدوری کرتی ہے اور اپنا پیٹ پالتی ہے، کہا گیا کہ اسی طرح یہ بھی محنت مزدوری کرتی ہے، یہ بھی ور کر ہے۔ بس سیکس ور کر ہے تو کیا ہوا؟

مختلف کمپنیاں اپنی اشتہاری مہمات کے لیے عورتوں اور اپنی ملازم خواتین سے وہ کام لیتی ہیں کہ درندے بھی شرمناک (الفرقان ۲۴:۲۵)، ”یہ تو جانوروں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے بھی گئے گزرے۔“ (O جائیں۔ اِنْ هُمْ اِلَّا كَلْبًا نُّعَامٍ بَلْ هُمْ مُضِلٌّ سَبِيْلًا مَّگْرِيْبًا سَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّكَ حَمْدًا مَّوَدُوْعًا مَّا يَسْمَعُوْنَ اِنَّ عِندَ رَبِّكَ لَمَنْ يَّحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ فَاِنَّ رَبَّكَ لَخَبِيْرٌ)۔ مگر یہ سب انہوں نے کیوں کیا؟ اس لیے کہ یہ بقا کی اور مارکیٹ کی جنگ ہے، ملازمت کا مسئلہ ہے، مارکیٹنگ مقابلے کا طریق کار ہے۔ اسی لیے عرض ہے کہ گھر واپسی تو کیا ہوگی، ملازمت کی مجبوری اور تشخص کی بحالی کے نام پر ان حدوں تک اس عورت کو لے جایا جا رہا ہے کہ الامان والحفیظ، بلکہ اس کے ساتھ عورت کو یوں گلیمارز یا بنا سنوار کر پیش کیا جا رہا ہے کہ وہ عورت کے بجائے ایک کھلونا معلوم ہوتی ہے۔

اثرات: آزادی اور مرد و زن کی برابری کے عنوان سے جب یہ عورت مجبوراً یا شوقیہ معاشی ترقی کی دوڑ میں گھر  سے باہر نکلی تو اخلاقی نظام منہدم ہوا۔ کوئی تصور نہیں کر سکتا تھا کہ شریف گھرانوں کی لڑکیاں ہاتھ میں بیگ اٹھائے، رات کے اوقات میں سپر اسٹورز کے دورے کریں گی، ڈاکٹروں سے ملاقاتیں ہوں گی، میڈیکل اسٹور اور فارمیسی میں دواؤں کے آرڈر حاصل کریں گی، اور رات گئے گھر واپس ہوں گی۔ کیا اس سے اخلاقی بحران نہیں پیدا ہو رہا؟ پچھلے دنوں ایک نوجوان لڑکی کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ ایک معروف فاسٹ فوڈ ریستورانٹ میں ویٹرس کی حیثیت میں جاب کرتی ہے۔ اس کا تعلق ایک غریب گھرانے سے ہے اور وہ ایک پسماندہ علاقے میں رہتی ہے۔ اب یہ لڑکی جینز اور شرٹ پہنے چھوٹے سے محلے کے کچے سے مکان سے نکل کر جاب پر جاتی ہے۔ جہاں سر سے دوپٹہ سرک جائے تو گھر کے بڑے توجہ دلاتے تھے، جہاں جاب اختیار کرنے کی تہذیب سکھائی جاتی تھی، وہاں پر اب یہ مناظر عام ہیں۔ اس طرح کے لباس کا تصور ان کے خاندان کے بزرگوں نے خواب و خیال میں نہ کیا ہوگا۔ لیکن اب رفتہ رفتہ اس تبدیلی کو قبول کرنے کا رجحان بھی بڑھ رہا ہے اور پُرفریب جاب کے خوش نما اسٹیٹس کے ساتھ نوجوان لڑکیاں معاشی کردار ادا کر رہی ہیں۔ اگر یہ کام خواہ مجبوراً انجام دیے جا رہے ہوں اور مہنگائی نے یہ راستہ دکھایا ہو، یہ سوال کہ مہنگائی کیوں بڑھ رہی ہے یہاں زیر بحث نہیں، البتہ اتنا ضرور ہے کہ اس کا تعلق بھی اخلاقی ضابطوں کو توڑنے سے ہے۔

ضمناً ایک بات یہ بھی ہے کہ تعلیمی اداروں کا اس میں بڑا اہم کردار ہے۔ میری نظر میں تعلیم پہلے نیشلائز سے پرائیویٹائز ہوئی، پھر یہ کمرشلائز ہو گئی۔ اب یہ سیکولرائز سے گلیمرائز ہو چکی ہے۔ یہ سب کچھ اسٹیٹس اور ڈگریوں کے نام پر ہو رہا ہے۔ مخلوط تعلیم کے درجنوں ادارے قائم کیے گئے ہیں۔ اگر آپ ۱۹۹۷ء سے اب تک پچھلے دس بارہ سال میں پرائیویٹ تعلیمی اداروں کی قیام کی رفتار اور ان کے اثرات کا جائزہ لیں تو بگاڑ کو سمجھنا زیادہ مشکل نہیں ہے۔ دورانِ تعلیم ہی طالبات کو معاشی کردار ادا کرنے کے لیے ملٹی عورتیں مردوں کے • نیشنل کمپنیاں سنہری پیکجز پیش کر رہی ہیں، مگر لڑکوں پر ایسی عنایات کم ہی دکھائی دیتی ہیں۔ یہ مشاہدہ ہے کہ شانہ بشانہ ملازمت میں آئیں، مخلوط تعلیم اور مخلوط ملازمت عام ہوئی تو فیشن کا کاروبار بڑھا۔ اس سے گھر کی معیشت پر بوجھ بڑھا اور خواتین جسمانی کمزوریوں اور بیماریوں کے ساتھ ساتھ اعصابی مسائل کا شکار • معاشرے میں مصنوعی مسابقت کا رجحان بڑھا۔ خوف و ہراس اور عدم تحفظ کے سبب نفسیاتی مسائل سامنے آئے۔ 1- ہوئیں۔

عورت کو اپنے اس موجودہ کردار سے کتنا اور کیا فائدہ ہوا؟ ایک رپورٹ کی درج ذیل الفاظ خود حقیقت بیان کر رہے ہیں:

دنیا کی آبادی میں عورتوں کی تعداد ۵۱ فی صد ہے۔ ان میں سے ۶۶ فی صد ملازمت کرتی ہیں، مگر ۱۰ فی صد آمدن حاصل کرتی ہیں، (لیکن ایک فی صد سے بھی کم جاہلاد کی مالک ہوتی ہیں۔) (اقوام متحدہ: جنوبی ایشیا ۲۱ ویں عالمی کانفرنس ۲۰۰۱ء

حضرت مریم • : مثالی خواتین کا مثالی کردار: قرآن و سنت میں چار خواتین کا تذکرہ علیحدہ شان سے بیان ہوا ہے ﴿﴾

حضرت • - ”بنت عمران: وَاصْطَفٰكِ عَلٰی نِسَاۤءِ الْعٰلَمِیْنَ (ال عمران ۴۲: ۳)“ اور آپ کو چن لیا گیا دنیا کی تمام قوموں کی عورتوں میں

آسیہ • - ”خدیجہ بنت خویلد: حضرت جبرائیل علیہ السلام زمین پر اترے اور فرمایا کہ اللہ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اپنا سلام بھیجا ہے

بنت مزاحم: وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِمْرَاَتٍ فَرَعُوْنَ (التحریم ۱۱: ۶۶)“ اور اللہ مثال دیتا ہے ایمان لانے والوں کو فرعون کی بیوی

- ”حضرت فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم: ”جنت میں عورتوں کی سردار • -“ (آسیہ) کی

ان چاروں خواتین کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے رول ماڈل کے طور پر پیش کیا۔ معاشی ترقی میں ان روشن مثالوں میں سے کس کا، کتنا اور کیا کردار تھا؟ ان کے کون کون سے معاشی کارنامے تھے جن کی بنیاد پر ان کو مثالی قرار دیا گیا ہے؟ اگر ہم ان چاروں خواتین سے وابستہ مردوں کی زندگی پر غور کریں تو ہمیں اندازہ ہو گا کہ یہ کس طرح مردوں کے لیے معاون ثابت ہوئی ہیں۔ ماں، بیوی اور بیٹی

کی حیثیت سے ان کا کردار کیسا تھا۔ ان اللہ کے بندوں نے اس الہامی نظام عدل کو قائم کرنے کی کوشش کی، جہاں پر عورت کو معاشی ترقی کی دوڑ سے علیحدہ رکھا گیا۔

یہاں ایک بات اور سمجھنے کی ہے کچھ افراد حضرت خدیجہ کی تجارتی سرگرمیوں کو بطور مثال پیش کرتے ہیں کہ: ”یہ عظیم خاتون اور ام المومنین بھی تو تجارت کیا کرتی تھیں“۔ یہاں دو باتیں ان حضرات کی نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہیں۔ یہ درست ہے کہ حضرت خدیجہ کا اپنا کاروبار تھا۔

اسلام نے خواتین پر کوئی پابندی نہیں لگائی کہ وہ اپنا ذاتی بزنس نہ کر سکتی ہوں۔ لیکن حضرت خدیجہ بذات خود اپنی کاروباری مصروفیت میں گلی کوچوں، گاؤں و شہر میں نہیں نکلتی تھیں، بلکہ انہوں نے اس مقصد کے لیے نبوت سے پہلے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمات حاصل کی تھیں۔ سیرت کی کتب کے مطالعے سے ان کی تجارتی سرگرمیوں میں اخلاقی قواعد و ضوابط نظر آتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جس معاشرے میں دین اسلام بحیثیت نظریہ حیات، غالب عنصر کے طور پر موجود ہو تو خواتین کا معاشی ترقی میں حصہ لینا اور ساتھ دینا، اخلاقی ضابطوں میں ممکن بھی ہے اور ضروری بھی، اور اس کی مثالیں بھی ملتی ہیں۔ لیکن جہاں شیطان کاراج ہو، فحاشی کے ڈیرے ہوں، ارزل و اسفل کردار عام ہوں، وہاں عورت کو معاشی جدوجہد کی دوڑ میں شامل کرنے کے لیے حضرت خدیجہ کی مثال لانا کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔

بہ ظاہر ہم جسے خوش حالی اور ترقی سمجھتے ہیں وہ سراسر دھوکا اور سراب ہے۔ سورہ قریش ایک خوش حال معاشرے کی پہچان بیان کرتی ہے: رزق کی فراوانی اور امن و سکون۔ عورت کے اس موجودہ اور انجینئرڈ کردار سے، جو معاشی ترقی کے لیے ڈیزائن کیا گیا ہے، کبھی بھی امن و سکون نہیں آسکتا۔ کبھی نہیں۔ اگر اس کی کوئی مثال پوری انسانی تاریخ میں موجود ہو تو سامنے آئی چاہیے۔